تقریر

خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا

رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ (الاعراف:157)

میری رحمت وہ ہے کہ ہر چیز پر حاوی ہے۔

تم مرے قتل کو نکلے تو ہو پر غور کرو
شیشے کے ٹکڑوں کو نسبت بھلا کیا ہیروں سے
مجھ کو حاصل نہ اگر ہوتی خدا کی امداد
کب کے تم چھید چکے ہوتے مجھے تیروں سے
حق تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں مَیں یاد رہے
وہ بچائے گا مجھے سارے خطا گیروں سے

سامعینِ کرام! آج میری گزارشات کا عنوان ہے۔**خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا**

سامعین! یہ مبارک الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اُس پیشگوئی کے ہیں جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؑ کو ایک موعود فرزند کی پیدائش کی خبر دی تھی۔ اِس پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے اِس موعود فرزند کی باون علامات بیان فرمائیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ”الموعود“ میں زیرِ عنوان علامت کو 32واں نمبر دیا ہے۔

(انوارُالعلوم جلد 17 صفحہ 531)

سامعین! اِس علامت کو اگر آسان فہم معنوں میں مثال دے کر سمجھایا جائے تو سب سے بڑھ کر ماں کا اپنے بچے پر سایہ ذہن میں آتا ہے۔ ہم عمومی طور پر بچوں کو دعا دیتے ہوئے کہتے ہیں۔”اللہ آپ پر اپنے ماں باپ کا سایہ تا دیر سروں پر رکھے۔ یہ سایہ محبت اور عاطفت کا سایہ ہو سکتا ہے اور بُرائیوں، بدیوں سے نجات کے سایہ کے علاوہ مشکلات و مصائب سے محفوظ رہنے کا سایہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ سایہ کے مفہوم میں ایک اہم بات سایہ کی طرح ساتھ ساتھ چلنا بھی ہے جس کو پرچھائیں بولتے ہیں اور زیرِ عنوان مضمون میں حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ خدا کے سایہ کا مفہوم انہی معنوں میں ہے۔ لغات میں سایہ لفظ کے نیچے پناہ، آڑ، بچاؤ اور حمایت بھی لکھا ہے۔ ماں کو رحیمیت کے حوالے سے گو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے لیکن اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ کے اوصاف میں ماں سے کہیں بڑھ کر اپنی مخلوق سے رحم، پیار، محبت اور شفقت کا سلوک مضمر ہے۔ جس کے ساتھ خدا کا سایہ رحمت و شفقت ہو اور وہ اللہ کے سایہ تلے پلے اور بڑھے تو اُس سے بڑھ کر خوش قسمت انسان اور ہو نہیں سکتا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی تمام زندگی اپنے خالق، اللہ کے سایہ رحمت، شفقت اور عاطفت تلے بسر کی۔

سامعین! میرے اِس مضمون سے ناانصافی ہوگی اگر میں آپؓ کی زندگی کے ابتدائی حالات آپ حاضرین کے سامنے نہ رکھوں کہ کس طرح آپؓ اللہ کے سایہ عاطفت میں بڑھے۔ خدا کا سایہ انگ انگ آپؓ کے ساتھ رہا اور آپؓ جلد جلد بڑھے اور دنیا کے کونوں تک اپنا نام رقم کروایا۔

آپؓ کو بچپن سے ہی مختلف الانواع بیماریوں نے آگھیر رکھا تھا۔ صحت دن بدن گر رہی تھی۔ آنکھیں سخت خراب رہتی تھیں۔ لیکن پھر بھی آپؓ بظاہر ان مایوس کن حالات سے بچ کر ترقی کی راہوں پر گامزن رہے اس لئے کہ خدا کا سایہ آپ کے سر پر تھا۔ صحت کی خرابی کی وجہ سے پڑھائی ناقص تھی، آنکھوں کی خرابی کی وجہ سے پڑھ نہیں سکتے تھے۔ لیکن خدا کا سایہ آپ کے سر پر تھا۔ خدا نے خود آپ کو پڑھایا اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا۔ آپ اپنی عمر میں ترقی کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ چوبیسویں سال میں جب آپ پہنچے اور 14 مارچ 1914ء کو جب کہ ہر چہار طرف سے تاریک و تار بادل مہیب صورت میں اُمڈ آئے تھے۔ پیغامی اکابر کی ریشہ دوانیاں زوروں پر تھیں۔ جماعت کا اتحاد ختم ہونے کو تھا۔ مخلصینِ جماعت پریشان تھے اور دعاؤں میں مصروف تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی بے تاب التجاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے مخالفت کے ان مہیب طوفانوں اور تاریک و تار بادلوں میں سے ایک نور ظاہر فرمایا۔ جس نے محض خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت کے قلوب کو طمانیت اور سکینت سے معمور کر دیا۔ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصبِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ منجدھار میں پھنسی کشتی سلامتی کے ساتھ ساحل پر پہنچ گئی۔ ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ خدا کا سایہ اس کے سر پر تھا اور وہ لوگ جو یہ کہتے تھے کہ کل کے بچہ کو خلافت سپرد کر دی ہے۔ خدا نے اپنی زبردست قدرت اور شوکت کے اظہار کے لئے اس وقت اس بچہ کو چُنا اور اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کرتے ہوئے اس کو مقامِ خلافت پر لا کھڑا کیا اور اس طرح وہ پودا جو اس وقت نحیف تھا اس خدا کی عطا کی ہوئی توفیق اور نصرت سے ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ جس کی شاخیں مغرب میں بھی ہیں اور مشرق میں بھی شمال میں بھی ہیں اور جنوب میں بھی اور جس کے شاداب اور گھنے سایہ سے ایک دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے یہ صرف اس لئے ہوا کہ اس کل کے بچے پہ خدا کا سایہ تھا اور آج ہم انہی کا پھل کھا رہے ہیں۔

سامعین! 1953ء کا سال وہ تھا جب قیام پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ شرپسند مُلّاؤں کی فتنہ فساد کی بھڑکائی ہوئی آگ کے باعث ملک میں پہلی مرتبہ مارشل لاء کا نفاذ ہوا۔ دراصل فسادات بھی حکومت ہی کے بعض اعلیٰ اور ذمہ دار افراد کے ایماء پر ان کی ذاتی اغراض پورا کرنے کے لئے شروع کئے گئے تھے۔ اُس وقت پنجاب بھر میں احمدیوں کی جائیدادوں کو لوٹا جا رہا تھا اور انہیں شہید کیا جا رہا تھا۔ جب بظاہر یہ نظر آتا تھا کہ کم از کم لاہور میں تو شاید کوئی احمدی بھی زندہ نہیں بچے گا، ایسے میں حضرت مصلح موعودؓ نے ربوہ سے ایک پُر جلال اعلان فرمایا جو اخبار ”فاروق“ لاہور میں 4/مارچ 1953ء کو شائع ہوا۔ حضورؓ نے فرمایا:۔

”انشاء اللہ فتح ہماری ہوگی۔ کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا کہ **خدا نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ سمجھ لو! کہ وہ میری مدد کو آ رہا ہے وہ میرے پاس ہے اور مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے**“۔

حضورؓ کی اس پیشگوئی کو ابھی چند دن بھی نہ گزرے تھے کہ 6/مارچ 1953ء کو لاہور میں مارشل لاء نافذ ہو گیا اور معاندین احمدیت کے منصوبے خاکستر ہو گئے اور وہ گرفتاریوں سے بچنے کے لئے جگہ جگہ چھپنے لگے۔ یوں حضرت مصلح موعودؓ کا یہ اعلان جو الٰہی تصرّف سے آپؓ کی زبان پر جاری ہوا تھا لفظ بلفظ پورا ہوا۔

ان دنوں روزنامہ ”الفضل“ محترم شیخ روشن دین تنویر صاحب کی ادارت میں لاہور سے شائع ہوتا تھا اور مکرم شیخ خورشید احمد صاحب نائب مدیر تھے جن کے قلم سے حضرت مصلح موعودؓ کی یاد میں ایک واقعہ ماہنامہ ”احمدیہ گزٹ“ کینیڈا فروری 1998ء کی زینت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مارشل لاء کے نفاذ کے چند ہی دن بعد حضرت مصلح موعودؓ نے ”الفضل“ کے ایک اداریے پر شدید ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے الفضل کے سارے سٹاف کو معطل کر کے اگلی صبح سے پہلے پہلے ربوہ پہنچنے کا حکم دیا۔ ہم استغفار کرتے ہوئے ربوہ جانے کی تیاری کرنے لگے۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد لاہور سے باہر جانے کے تمام راستے بند تھے چنانچہ اجازت نامے حاصل کئے گئے اور رات کی ٹرین میں سوار ہو کر صبح ربوہ پہنچ گئے۔

جب حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؓ نے ناراضگی سے پوچھا: ”تنویر صاحب! آپ نے اتنا سخت مضمون کیوں لکھا؟ کیا آپ کو اور آپ کے عملہ کو علم نہیں کہ جماعت کی پالیسی کیا ہے؟ اس کی وجہ سے اگر جماعت کو کوئی نقصان پہنچا تو کون ذمہ دار ہوگا؟“

تنویر صاحب نے سب کی طرف سے معافی چاہی اور کچھ دیر بعد ڈرتے ڈرتے یہ بھی عرض کیا کہ مخالفین تو دن رات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیت کے متعلق اتنی بدزبانی کرتے ہیں کہ ہمارا خون کھولنے لگتا ہے، اسی حالت میں میری قلم سے کچھ سخت الفاظ نکل گئے اور میں صدقِ دل سے معافی کی درخواست کرتا ہوں۔

یہ سن کر حضورؓ کے چہرہ پر ہلکا سا تبسم ظاہر ہوا اور حضورؓ نے فرمایا خیر جو غلطی آپ سے ہوگئی وہ تو ہوگئی، آئندہ اپنے غصے کو قابو میں رکھا کریں..... پھر فرمایا: میری اطلاع کے مطابق آپ لوگوں کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے تھے، اگر میں آپ کو معطل نہ کرتا اور فوری طور پر ربوہ پہنچنے کا حکم نہ دیتا تو آپ اس وقت حوالات میں پہنچ چکے ہوتے۔

اطلاع یہ ہے کہ حکومت پنجاب اخبار ''زمیندار'' کو بند کر رہی ہے اور اپنے خیال میں توازن بر قرار رکھنے کی خاطر ''الفضل'' کی اشاعت پر بھی پابندی عائد کر رہی ہے۔ اس لئے آپ لوگ جلد کراچی روانہ ہو جائیں اور وہاں جا کر پندرہ روزہ ''المصلح'' کو سنبھال لیں اور اس کو روزنامہ بنانے کی اجازت لیں تا کہ احمدی جماعتوں سے ہمارا رابطہ قائم رہے۔

حضورؓ کے ارشاد نے ہماری آنکھیں کھول دیں اور ہمارے قلوب روحانی لذّت محسوس کرتے ہوئے **اس یقین سے بھر گئے کہ واقعی پیشگوئی مصلح موعود کے عین مطابق ''خدا کا سایہ'' حضورؓ کے سر پر تھا۔**

سامعین! آئیں! خدا کے سایہ کے حوالے سے ایک اور واقعہ ملاحظہ کریں۔ 1934ء میں یہ فتنہ احرار برپا ہوا اور ان نام نہاد مخالفینِ اسلام نے احمدیت پر بھرپور حملہ کیا اور متحدہ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مخالفت و عداوت کی آگ لگا دی۔ اس وقت بھی خدا نے اپنا سایہ اپنے پیارے کے سر پر رکھا اس کی مدد کی اس کو عزت دی۔ اور اس کے دشمنوں اور مخالفوں کو ناکام کر کے تحریک جدید کے آغاز کے ذریعے جماعت کی ترقی ایک نئے دور میں داخل ہوئی۔

احمدیت اس تحریک کے ذریعہ سے دنیا کے طول و عرض میں پھیلنی شروع ہوئی۔ مشرق و مغرب کی تمام وسعتیں اب اس کی جولانگاہ تھیں۔ تثلیث کے مراکز میں بھی اس کے مناد پہنچ گئے۔ حتیٰ کہ 1947ء آیا جب تقسیمِ ہند کے نام سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ اِن مہیب حالات میں خدا کا سایہ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ساتھ دِکھنے کو ملا۔ اِن حالات میں آپؓ نے پاکستان میں ربوہ کے نام سے جماعت کے ایک نئے مرکز کی بنیاد رکھی۔ جو اب ایک بارونق شہر بن گیا ہے اور دنیا کے کناروں سے شمع احمدیت کے پروانے جمع ہوتے ہیں۔ ربوہ ہمارے امام موعود کی اولوالعزمی اور شجاعت کا زندہ ثبوت ہے۔ یہ اس چیز کا زندہ جاوید ثبوت ہے کہ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہے اور اس کے طفیل ساری جماعت کے سر پر ہے۔

سامعینِ کرام! آئیں! اب خود اُس عالی مرتبہ شخصیت کی زُبانِ مبارک سے ''خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا'' پر بعض مثالیں سن کر حظ اُٹھائیں اور اپنے ایمانوں کو جلا بخشیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 28 دسمبر 1944ء کو جلسہ سالانہ سے ''الموعود'' کے عنوان سے جو معرکہ آراء خطاب فرمایا اُس میں مذکورہ نشان کے حوالہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس الہام کی صداقت میں متواتر میری حفاظت اور نصرت کی ہے اور مَیں اس یقین پر قائم ہوں کہ جب تک میرا کام باقی ہے اُس وقت تک کوئی شخص مجھے مار نہیں سکتا۔ میرے ساتھ متواتر ایسے واقعات گزرے ہیں کہ لوگوں نے مجھے ہلاک کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ان کے حملوں سے مجھے محفوظ رکھا۔ مثلاً:

☆ میری عادت ہے کہ میں گرم گرم چائے کے ایک دو گھونٹ پی لیا کرتا ہوں تا کہ گلا درست رہے کہ اسی دوران میں جلسہ گاہ میں سے کسی شخص نے ملائی کی ایک پیالی دی اور کہا کہ یہ جلدی حضرت صاحب تک پہنچا دیں کیونکہ حضور کو تقریر کرتے کرتے ضعف ہو رہا ہے۔ چنانچہ ایک نے دوسرے اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وہ پیالی ہاتھوں ہاتھ پہنچانی شروع کر دی یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وہ سٹیج پر پہنچ گئی۔ سٹیج پر اتفاقاً کسی شخص کو خیال آگیا اور اس نے احتیاط کے طور پر ذرا سی ملائی چکھی تو اس کی زبان کٹ گئی۔ تب معلوم ہوا کہ اس میں زہر ملی ہوئی ہے۔ اب اگر وہ ملائی مجھ تک پہنچ جاتی اور مَیں خدانخواستہ اسے چکھ لیتا تو اور کچھ اثر ہوتا یا نہ ہوتا اتنا تو ضرور ہوتا کہ تقریر رُک جاتی۔

☆ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ قادیان میں ایک دفعہ ایک دیسی عیسائی آیا جس کا نام میتھیوز تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ مجھے قتل کر دے۔ یہاں سے جب وہ ناکام واپس لَوٹا تو اُس کا اپنی بیوی سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور اُس نے اسے قتل کر دیا۔ اُس نے سیشن کورٹ میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرا ارادہ اپنی بیوی کو ہلاک کرنے کا نہیں تھا بلکہ میں مرزا صاحب کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ایک جگہ کسی مولوی کی تقریر سنی جس کے بعد فیصلہ کیا کہ میں قادیان جا کر مرزا صاحب کو مار ڈالوں گا۔ چنانچہ میں پستول لے کر قادیان گیا۔ اتفاقاً اس روز جمعہ تھا اور بہت لوگ اکٹھے تھے۔ اس لئے مجھے ان پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ دوسرے دن وہ پھیرو چیچی چلے گئے تو میں پستول لے کر ان کے پیچھے پیچھے پھیرو چیچی گیا۔ مگر وہاں بھی ان کے دروازہ پر ہر وقت پہرہ دار بیٹھے رہتے ہیں۔ اس لئے میں واپس آگیا۔ گھر آکر میرا اپنی بیوی سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور میں نے اسے مار ڈالا۔ یہ سارا واقعہ اس نے عدالت میں خود بیان کیا۔ حالانکہ ہمیں کچھ علم نہیں تھا۔

☆ تیسرا واقعہ یہ ہے کہ احرار کی شورش کے ایام میں مَیں ایک دن اپنی کوٹھی دارالحمد میں تھا کہ افغان لڑکا آیا۔ میرے چھوٹے بچے اندر آئے اور بتایا کہ ایک لڑکا باہر کھڑا ہے اور وہ ملنا چاہتا ہے۔ مَیں باہر نکلنے ہی والا تھا کہ میں نے شور کی آواز سنی اور پھر مجھے اطلاع دی گئی کہ یہ لڑکا قتل کے ارادہ سے آیا تھا مگر عبدالاحد صاحب نے اسے پکڑ لیا اور اس

سے ایک چھرا بھی انہوں نے بر آمد کر لیا ہے۔ مَیں نے عبد الاحد صاحب سے پوچھا کہ تمہیں کس طرح پتہ لگ گیا کہ یہ قتل کے ارادہ سے آیا ہے وہ کہنے لگے کہ یہ لڑکا پٹھان تھا اور ہم پٹھانوں کی عادات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ باتیں کرتے کرتے اس نے اپنی ٹانگوں کو اس طرح ہلایا کہ میں فوراً سمجھ گیا کہ اس نے چھرا چھپایا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے ہاتھ ڈالا تو چھرا نکل آیا۔

میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ وہ اُس جیل خانہ میں قید تھا جہاں مَیں افسر لگا ہوا تھا اور وہ کہتا تھا کہ میں پہلے دھرم سالہ تک ان کو قتل کرنے کے لئے گیا تھا مگر مجھے کامیابی نہ ہوئی۔ آخر میں قادیان گیا اور پکڑا گیا۔

☆ چوتھا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ اُمّ طاہر کے مکان کی دیوار پھاند کر ایک شخص اندر کودنا چاہتا تھا کہ لوگوں نے اُسے پکڑ لیا۔ پولیس والے چونکہ ہمارے خلاف تھے اس لئے انہوں نے یہ کہہ کر اُسے چھوڑ دیا کہ یہ پاگل ہے۔

☆ پانچواں واقعہ کل ہی ہوا ہے۔ ہمارے گھر میں دودھ رکھا ہوا تھا کہ میری بیوی کو شبہ پیدا ہوا کہ کسی نے دودھ میں کچھ ڈال دیا ہے۔ چنانچہ اس شبہ کی وجہ سے انہوں نے کہہ دیا کہ اس دودھ کو استعمال نہ کیا جائے۔ ایک دوسری عورت جسے اس کا علم نہیں تھا اس نے خیال کیا کہ یہ محض وہم ہے اس نے وہ دودھ پی لیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے اب تک متواتر قیئیں آ رہی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شبہ کیا گیا تھا وہ درست تھا۔

لیکن باوجود اس کے کہ لوگوں نے مجھے ہلاک کرنے کی کئی کوششیں کیں اور ہر رنگ میں انہوں نے زور لگایا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ خدا کا سایہ میرے سر پر ہوگا اس لئے وہ ہمیشہ میری حفاظت کرتا رہا اور اس وقت تک کرتا رہے گا جب تک وہ کام جو میرے سپرد کیا گیا ہے اپنی تکمیل کو نہ پہنچ جائے۔

الغرض خدا کی جماعت کے اِس رہنما اور اس للہی جماعت کے خلاف جب کبھی بھی ایسے حالات پیدا کئے گئے کہ اسے صفحۂ عالم سے مٹا دیا جائے۔ تو خدا خود عرش سے اُترا اور ستم رسیدہ بندوں کی خود دستگیری فرمائی۔ بپھرے ہوئے طوفانوں کا رُخ ناگہانی طور پر پھر گیا۔ مشکلات اور مصائب کے بادل چھٹ گئے اور خدا کی طرف سے مقرر کردہ جماعتِ احمدیہ کا یہ رہنما خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اپنی جماعت کو لے کر آگے سے آگے بڑھتا اور بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہ نظارے کئی بار دیکھے اور ہمیشہ ہی خدا کی نصرت و مدد نے ہمارا دامن تھامے رکھا ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ ہمیں ایک ایسے خدا نما وجود کی قیادت کی سعادت حاصل تھی جس کے متعلق خدا نے عرش سے یہ اعلان فرمایا کہ ”خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔“

سامعین! اب تقریر کے آخر پر حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم مؤرخ احمدیت کے ایک مضمون سے خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا کے عنوان پر ایک واقعہ پیش ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

”10 مارچ 1954ء کو مسجد مبارک ربوہ میں جب حضورؓ نماز عصر پڑھا کر واپس جانے لگے تو اچانک ایک اجنبی نوجوان نے پیچھے سے جھپٹ کر آپ پر چاقو سے حملہ کر دیا۔ چاقو کا یہ وار حضور کی گردن پر شہ رگ کے قریب دائیں طرف پڑا جس سے گہرا گھاؤ پڑ گیا۔ حملہ آور نے دوسرا وار بھی کیا مگر محمد اقبال صاحب محافظ درمیان میں آ گئے۔ نمازیوں نے کافی جدوجہد کے بعد حملہ آور کو قابو کر لیا اور اس کوشش میں بعض لوگ بھی زخمی ہوئے۔ حضورؓ بہتے خون کے ساتھ چند احباب کے سہارے سے اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ تمام راستہ میں اور سیڑھیوں پر خون مسلسل بہتا گیا جس سے حضور کے تمام کپڑے تربتر ہوگئے۔ ابتدائی مرہم پٹی ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے کی اور زخم کو صاف کر کے ٹانکے لگا کر سی دیا۔ ابتداء میں یہ خیال تھا کہ زخم پون انچ گہرا اور تین انچ چوڑا ہے لیکن جب رات کو لاہور سے مشہور سرجن ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب تشریف لائے اور انہوں نے ضروری سمجھا کہ ٹانکے کھول کر پوری طرح معائنہ کیا جائے تو معلوم ہوا کہ زخم بہت زیادہ خطرناک اور سوا دو انچ گہرا اور شہ رگ کے بالکل قریب تک پہنچا ہوا ہے۔ تب انہوں نے قریباً سوا گھنٹہ لگا کر زخم کا آپریشن کیا اور اندر کی شریانوں کا منہ بند کر کے باہر ٹانکے لگا دیئے۔ اس تمام عرصہ میں حضرت باہوش تھے اور آپؓ کی زبان پر تسبیح و تحمید جاری تھی۔ آپؓ نے حملہ ہونے کے فوراً بعد مسجد سے نکلتے ہی ہدایت فرمائی کہ حملہ آور کو صرف قابو کیا جائے لیکن اُسے مارا نہ جائے۔

بعد ازاں تحقیق کے نتیجہ میں یہ حقیقت بپایہ ثبوت پہنچ گئی کہ یہ حملہ پاکستان اور اسلام کی دشمن طاقتوں کے گٹھ جوڑ کا نتیجہ تھا جس کے پیچھے بعض غیر ملکی عناصر بھی کارفرما تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور صرف چند مہینوں کے اندر آپ مکمل طور پر صحت یاب ہو گئے۔ جو ایک خارق عادت نشان ربّ ذوالجلال کا تھا۔ خدا کی قادرانہ تجلّی

نے اس سانحہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کو اپنے سب چھوٹے مبشر بھائیوں سے لمبی عمر دی اور لاتعداد کامیابیوں اور نصرتوں سے معمور گیارہ برس تک مزید عمر بخشی اور پھر زندگی کے آخری سانس تک اپنے سایہ رحمت و شفقت میں رکھا۔ اس دوران آپ نے پاکستان کے طول و عرض میں بہت سے سفر کئے بلکہ یورپ کا للّٰہی اور نشریاتی دورہ بھی کیا اور یورپین احمدی مشنوں کی عالمی کانفرنس کی بھی کامیاب صدارت فرمائی۔ اسی دور میں حضورؓ کے قلم سے تفسیر صغیر شائع ہوئی جس نے دنیائے تفسیر میں ایک تہلکہ مچادیا۔ یہ منفرد تصنیف بہت سی لغوی، معنوی اور روحانی عجائبات کا نفیس مرقع بلکہ انسائیکلوپیڈیا تھی جس پر پاکستانی پریس نے بھی خوب داد تحسین دی۔

اسی زمانہ میں مرکز میں ضیاء الاسلام پریس قائم ہوا اور روزنامہ الفضل کراچی کی بجائے ربوہ سے جاری ہوگیا۔ اسی عرصہ میں تعلیم الاسلام کالج، دفتر انصاراللہ مرکزیہ، فضل عمر ہسپتال، یادگاری مسجد، ایوان محمود و دفاتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، جامعہ احمدیہ اور نصرت گرلز ہائی سکول کی شاندار عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ وقف جدید جیسی انقلاب آفریں تحریک کی بنیاد پڑی۔ اشاعتی ادارہ 'ادارۃ المصنفین' کا قیام عمل میں آیا۔ یتیموں اور مسکینوں کے لئے دارالاقامہ بھی انہی ایام کی یادگار ہے۔ اسی طرح مسجد نور راولپنڈی کی شاندار عمارت پایہ تکمیل کو پہنچی۔

بیرون پاکستان جماعتی سرگرمیوں پر طائرانہ نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان سنہری گیارہ سالوں میں (1954ء سے نومبر 1965ء تک) سوئٹزرلینڈ، لائبیریا، فلپائن اور آئیوری کوسٹ میں جماعت احمدیہ کے نئے مشن قائم ہوئے۔ مالٹا کے ایک انجینئر نے احمدیت قبول کر کے اپنے ملک میں احمدیت کا عَلم لہرایا۔ دنیا بھر میں اشاعتی لٹریچر میں زبردست اضافہ ہوا۔ چنانچہ اس دوران قرآن مجید کے مقبول جرمن ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن منظر عام پر آیا۔ ڈینش ترجمہ قرآن کا حصہ اول شائع ہوا۔ چند زبانوں میں تراجم قرآن کا مسودہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

علاوہ ازیں تحریک جدید کے مبلغین کی کوششوں سے برما، لائبیریا، فلپائن، ہمبرگ، دارالسلام (تنزانیہ)، کمپالا، جنجہ (یوگنڈا)، ٹانگانیکا، سیرالیون، اکرا (غانا)، رنگون (برما) اور فجی میں مساجد اور مشن ہاؤسز کی تعمیر ہوئی۔ اس طرح دنیا بھر میں تیرہ مراکزِ توحید کا غیر معمولی اضافہ ہوا۔" (مصلح موعود نمبر، روزنامہ الفضل ربوہ 17 فروری 2012ء)

سامعین! قاتلانہ حملہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ ربوہ پر اس حادثہ کی وجہ کی تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"دشمن نے اپنی طرف سے تو گویا مجھے ختم ہی کر دیا تھا لیکن کہتے ہیں جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل اور رحم کے ساتھ دشمن کے ارادوں کو ناکام کر دیا۔ بہرحال ایک بلا آئی اور چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اس سے محفوظ رکھا۔ مگر میں اس موقع پر یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جو بھی واقع ہوا۔ حملہ کرنے والے کی نیت بہرحال مجھے مارنے کی اور نہ صرف مجھے مارنے کی بلکہ احمدیت کو مارنے کی تھی اور یہ میرا مذہبی فرض ہے کہ اس موقع پر مَیں یہ دنیا کو بتادوں کہ احمدیت کا میری زندگی پر انحصار نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہؑ آئے اور فوت ہوگئے۔ دشمن نے سمجھا کہ اب احمدیت ختم ہوگئی۔ لیکن اس کا یہ خیال غلط نکلا اور احمدیت قائم رہی اور ترقی کرتی چلی گئی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے سمجھا کہ احمدیت حضرت خلیفہ اوّل کی وجہ سے قائم ہے۔ لیکن آپ بھی وفات پاگئے اور سلسلہ پھر بھی ترقی کرتا چلا گیا۔ پھر سلسلے کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ میں دی۔ دشمن نے گمان کیا کہ بھلا یہ بچہ کیا کر سکے گا۔ آج نہیں تو کل یہ جماعت تباہ ہو جائے گی۔ لیکن وہ بچہ آج بوڑھا ہو رہا ہے مگر احمدیت کا قدم جوانی کی طرف گامزن ہے۔ پس احمدیت کی ترقی کا تعلق یا انحصار کسی انسان پر نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ جس نے بہرحال بڑھنا اور ترقی کرنا ہے اور اس کی شاخیں زمین سے آسمان تک پہنچتی چلی جائیں گی۔"

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے 1924ء کے سفر یورپ کے دوران ایک نظم رقم فرمائی تھی۔ اس پُر معارف کلام میں عارفانہ اور متوکّلانہ شان کے ساتھ اِس حملے کی پیشگوئی فرمادی تھی کہ

حملہ کرتا ہے اگر دشمن تو کرنے دو اسے
وہ ہے اغیاروں میں مَیں اس یار کے یاروں میں ہوں
جانتا ہے کس پہ تیرا وار پڑتا ہے عدُو
کیا تجھے معلوم ہے کس کے جگر پاروں میں ہوں

(کمپوزڈ بائی: فائقہ بشریٰ)